# ایجاز حذف کے اخفائے معانئ قرآن پر معنوی اثرات کا مطالعہ

# A Study of the Spiritual Effects on the Secrets of the Meaning of Deletion

*Habib Ahmad*[1]

*Dr.Malik Kamran*[2]

**Abstract**

One of the miracles of the Qur'an is that its style of expression, eloquence, smoothness is not found in any other book or writing. Many reasons for 'Ikhfa' have been cited by the scholars, one of these reasons is 'Hazf' (Omission). It is obvious that it is found in the Qur'an. Because of 'Hazf' Sometimes there is disagreement of Mufassirin and when the 'Qarain' did not reach the purpose and determination of this word, he did it on whatever meaning was possible. The concealment and deletion is also an example of the miraculous aspects of the Qur'an. Sometime the purpose of the speaker is not mentioned apparently in the text and this style is found in all the languages of the world. Since the Qur'an is a book revealed by Allah and inspired, for this reason, every aspect of Quran is miraculous. it is proved in this article that in the meanings of Qur'an there is 'Ikhfa' and an attempt is made to clarify the point of view through examples.

**Keywords:** *eloquence, smoothness, Hazf, Ikhfa, Mufassirin.*

قرآن کریم کی اہمیت ہر دور میں مسلّم رہی اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے اور اس کی خدمت بجالا کر علما کا دل نہیں بھرے گا اور جتنی مرتبہ اس کو پڑھا جائے اکتاہٹ نہیں ہو گی بلکہ ہر مرتبہ نئی روحانی سیرابی میسر آئے گی۔ قرآن کریم ہر اعتبار سے معجزہ ہے اس میں حقیقت مجاز، صریح کنایہ، ایجاز اطناب، التفات، تقدیم و تاخیر سبھی اسلوب و انداز موجود ہیں۔ قرآن کا اطلاق اس کے الفاظ اور معانی دونوں پر ہوتا ہے اور اس کی پیروی صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس کے الفاظ اور معانی کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، قرآنی علوم اور اس میں اسرار و رموز کے حوالے سے یہ بات نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ جہاں قرآن کریم کو کسی جہت سے بھی سمجھنے میں دشواری ہو رہی ہے اس کو واضح کیا جائے تاکہ تدبّرِ قرآن کے فرمان پر عمل ہو سکے۔

قرآنِ کریم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں اعجاز و بیان اور اعلیٰ اسلوب کی وجہ سے معانی میں پوشیدگی ہے اور معانی میں پوشیدگی کا پایا جانا یہ امرِ نسبی ہے یعنی بعض کے اعتبار سے مشکل ہے اور بعض کے اعتبار سے نہیں ہے۔

---

[1]. PhD. Scholar, Department of Islamic Studies, University of Lahore

[2]. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Lahore

اس ضمن میں ابنِ تیمیہؒ (م728ھ) نے یہ موقف اپنایا:

"قد يكون في القرآن آيات لا يعلم معناها كثير من العلماء فضلا عن غيرهم وليس ذلك في آية معينة بل قد يشكل على هذا ما يعرفه هذا وذلك تارة يكون لغرابة اللفظ وتارة لاشتباه المعنى بغيره وتارة لشبهة في نفس الإنسان تمنعه من معرفة الحق وتارة لعدم التدبر التام وتارة لغير ذلك من الأسباب"[3]۔

بعض اوقات قرآن میں ایسی آیات ہیں کہ ان کا معنی کثیر علما نہیں جانتے اور یہ کسی معین آیت میں نہیں ہوتا بلکہ بعض مرتبہ اُس پر بھی اشکال گزرتا ہے جو اس کی معرفت رکھتا ہے۔ اس اشکال کا سامنا کبھی غرابتِ لفظ، معنی کا غیر کے مشابہ ہونا، انسان کے اندر اُس شبہ کا ہونا جو اُسے حق پہچاننے سے روکتا ہے، کبھی عدمِ تدبّر کی وجہ سے اور کبھی اس کے علاوہ اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

قرانِ کریم کے معنی میں پوشیدگی اور بُعد کو اخفاء کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ ہماری جہت کے اعتبار سے ہے اللہ تعالی کے ہاں اخفاء نہیں، اس کے ہاں اس کے معانی متعین معلوم ہیں نیز معنی میں پوشیدگی کا تعلق علم سے ہے، جاہل کے لئے اخفاء اور عدمِ اخفاء برابر ہے۔ عالم کے لئے جتنا علم بڑھتا جائے گا اتنے سوالات زیادہ پیدا ہوں گے۔ دورِ رسالت ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوجود عربی دان ہونے کے اس کی تفہیم کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع فرماتے آپ ﷺ انہیں معانئ قرآن سے آگاہ فرماتے اور تدبّر کا حکم فرماتے، نتیجتاً تفکّر و تدبّر فروغ پانے لگا۔ جب اسلام عرب سے نکل کر عجم میں داخل ہوا تو کتاب اللہ سے راہنمائی کی ضرورت کے پیشِ نظر مفسّرین کے نقطہ ہائے نظر میں وسعت پیدا ہوئی جس سے تفسیرِ قرآن میں بہت سے رجحانات وجود میں آئے۔ ہر مفسّر نے اپنی بات ثابت کرنے کے لئے نص سے استدلال کیا جس سے کلامِ الٰہی کی علمی برتری کی شان واضح ہوئی نیز تفکّر و تدبّر کی راہ واضح ہونے لگی۔ تفسیرِ قرآن میں بہت سے رجحانات کا پیدا ہونا فطری امر تھا، مفسّرین کے اختلافات سے علما نے محسوس کیا کہ اس کی نوعیت کو واضح کیا جائے۔ سب سے عمدہ کاوش امام ابنِ تیمیہ نے فرمائی متقدمین و متاخرین کے اختلافات کے اصول بیان فرمائے[4]۔

مفسّرین کے تفسیری اختلافات کے اسباب میں سے ایک سبب قرآن میں عربیت، فصاحت اور زبان و بیان کے کمالات و بلندی کے باعث معانی میں پوشیدگی اور بُعد کا پایا جانا ہے جس کی وجہ سے تفسیری تنوع پیدا ہوا۔ قرآن کے وہ مقامات جہاں معنی میں

---

[3] ابن تیمیہ، تقی الدین، مجموع الفتاوی، مجمع الملک فہد، مکة المکرمة 1416ھ، 17:400

Ibne tamia,taqyuldin,Majmooul fatwa,Majmaul malik fahad,Makkah mukarrma,1416AD,17;400

[4] ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبد الحلیم، شیخ الاسلام، مقدمہ فی اصول التفسیر، مکتبة الحیاة، بیروت1490 ھ، ص:11

Ibne Tamia,Taqyuldin,,Ahmad bin Abduhaleem.muqadma fi usool Altafseer,Maktbatu hyyat,Biroot,1490AD,P;11

پوشیدگی اور بُعد کی وجہ سے تفسیری اختلاف پیدا ہوا اس کو جاننا بہت ضروری ہے اور اس کا صحیح علم اخفائے معانیٔ قرآن کی مباحث جاننے سے ہی ہو گا۔ اب اخفاء کی لغوی و اصطلاحی تفہیم بیان کی جاتی ہے۔

### اخفائے معانیٔ قرآن بحثیتِ اصطلاح:

اخفائے معانیٔ قرآن بحثیتِ اصطلاح اگرچہ تمام علماء مفسّرین وماہرینِ علوم القرآن کے ہاں یکساں طور پر مروّج نہیں بلکہ ہر ایک عالم اور مفسّر ممکنہ طور پر اس کے مترادف وہم معنی ترکیب کا استعمال کرتا رہا ہے۔ البتہ یہ بات علمی طور پر مسلّمہ حقیقت ہے کہ "**اخفائے معانیٔ قرآن**" کی معنویت کی حامل اصطلاح کتبِ تفسیر وعلوم القرآن میں ابتدا سے موجود ہے چنانچہ مشکلات القرآن، مبہمات القرآن، اجمالاتِ قرآنیہ اور تعارضاتِ قرآنیہ کے عنوانات سے کی گئی مباحث درحقیقت اخفائے معانیٔ قرآن کی مباحث ہی ہیں۔ اخفائے معانیٔ قرآن کی اصطلاح کو حضرت شاہ ولی اللہؒ (م 1176ھ) نے کتاب "**الفوز الکبیر فی اصول التفسیر**" میں استعمال کیا، آپ نے دوسرے باب کا عنوان یہ لکھا:

"الباب الثانی فی بیان وجوه الخفا ء فی معانی نظم القرآن باالنسبةالٰی اہل ہذا العصر،وازالةذلک الخفاءباوضح بیان" -[5]

"دوسرا باب اس زمانہ کے لوگوں کی طرف نظر کرتے ہوئے نظمِ قرآن کے مطالب سمجھنے میں پیش آنے والی پوشیدگی کی اقسام اور اس پوشیدگی کو نہایت واضح طریقے پر دور کرنے کے بیان میں"۔

قرآن کریم میں اگرچہ بعض مقامات کی توضیح دوسرے مقامات سے ہو جاتی ہے لیکن ایسے مقامات چند ہیں، کیوں کہ بہت سی آیات ایسی ہیں جن کے معنی میں بہت زیادہ گہرائی اور مراد میں بہت زیادہ اخفاء ہے اس اعتبار سے شاہ ولی اللہؒ نے اس کی وضاحت کی اور پورا باب اخفاء کی تفہیم اور اس کے حل میں لکھا۔

### متقدمین علمائے علوم القرآن کے ہاں اخفاء اور اس کے اسباب:

وہ اُمور جو فہم میں دشواری پیدا کرتے ہیں ان کو علما نے مختلف ناموں سے تعبیر فرمایا، ماہرینِ علوم القرآن میں سے علامہ بدرالدین زرکشیؒ (م794ھ) نے "البرھان فی علوم القرآن" میں اکتالیسویں نوع [6] اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م 911ھ) نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں چھیالیسویں نوع [7] کے تحت اجمال کے نام سے تعبیر فرمایا،

---

[5] ولی اللہ ،احمد بن عبد الرحیم ،الفوزالکبیرفی اصول التفسیر،دار الغوثانی للدراسات القرآنیة،دمشق 1429ھ،ص:53

Wali ullah,ahmad bin Abdurheem.Alfozul kabeer,Algosani lildrasatul quraia,mimushaq,1429AD,P:53

[6] زرکشی ، محمد بن عبداللہ ،البرہان فی علوم القرآن، تحقیق :محمدابوالفضل ابراہیم ،دارالمعرفة ،بیروت1376ھ، 209:2

اجمال سے مراد جو مبہم ہو اور اس کی دلالت واضح نہ ہو، یہ مفصّل کے مقابل مستعمل ہے، علمائے علوم القرآن نے اجمال کو اس معنی میں استعمال کیا جو قرآن کے معنی کی تفہیم میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، متاخرین نے اس کو اخفا کا نام دیا، اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب الفوز الکبیر میں دوسرا باب اسی اخفاء کے بارے میں لکھا۔

وہ امور جو فہم قرآن میں دشواری پیدا کرتے ہیں ان کو علماء نے مختلف ناموں سے تعبیر فرمایا۔ علوم القرآن کے ماہرین میں سے علامہ بدر الدین زرکشیؒ(م ۷۹۴ھ) نے البرھان فی علوم القرآن میں اکتالیسویں نوع کے تحت فصل میں اجمال کے نام سے تعبیر فرمایا۔[8] اسی طرح علامہ جلال الدین السیوطیؒ(م ۹۱۱ھ) نے الاتقان فی علوم القرآن میں چھیالیسویں نوع میں بھی اجمال کے نام سے تعبیر فرمایا۔[9] اسی تسلسل کو برصغیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی(م ۱۱۷۶ھ) نے آگے بڑھایا آپ نے اپنی کتاب الفوز الکبیرفی اصول التفسیر میں دوسرا باب اسی خفا کے بارے میں لکھا۔ لکھتے ہیں:

الباب الثانی فی بیان وجوہ الخفاء فی معانی نظم القرآن باالنسبة الی اہل الزمان[10] ۔

علامہ زرکشیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے اجمال کے نو اسباب اور شاہ ولی اللہؒ نے دس اسباب بیان فرمائے۔

علامہ زرکشی اور علامہ سیوطی نے یہ اسباب ذکر فرمائے۔

اشتراک، حذف، مرجع ضمیر کا تعین، مقام وقف وابتداء، لفظ کا غریب ہونا، قلیل استعمال ہونا، تقدیم وتاخیر، منقول منقلب، ظاہر میں کلام کا ایسا تکرار جو وصل کو قطع کرے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فہم مراد میں دشواریوں کے دس اسباب بیان فرمائے جو درج ذیل ہیں۔

---

Zarkashimuhamad bin abdulah,Alburhan fi uloomul quran,Darul marifa,Biroot,1376AD,2:209

[7] سیوطی ،عبدالرحمٰن بن ابی بکر،الاتقان فی علوم القرآن ، ،الہیئة المصریة عامة الکتاب،1394ھ ، 3:59

Sayooti,abduirhman bin abi bakar,Al ittiqan fi uloomulquran,Alhia almisria ,1394AD,3:59

[8] البرهان فی علوم القرآن ، 2:209

Alburhan fi uloomilquran,2:209

[9] الا تقان فی علوم القرآن، 3:59

Al ittqan fi uloomilquran,3:59

[10] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ،ص:53

Alfozul kabeer .p:53

لفظ کا غریب ہونا، ناسخ منسوخ سے عدم واقفیت، اسباب نزول کا علم نہ ہونا، حذف (مضاف، موصوف یا اس کے علاوہ حذف ہونا)، ابدال (ایک کو دوسرے سے بدلنا)، تقدیم و تاخیر، انتشار ضمائر (مرجع کا مختلف ہونا)، اطناب، ایجاز، کنایہ، تعریض تشابہ مجاز عقلی ان کو بیان کر کے آپ نے واضح کیا کہ اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو معنی میں خفا پیدا ہو گا جس سے فہم مراد میں دشواری پیدا ہو گی۔ اس آرٹیکل میں تمام اسباب کا احاطہ مقصود نہیں، صرف ایک سبب "حذف" کو بیان کیا جائے گا اور اس میں معنی کی پوشیدگی کے سبب جو مفسّرین میں اختلاف ہوا اس کی وضاحت کی جائے گی۔

**ایجاز حذف:**

قرآن کے اسالیب میں ایک اسلوب ایجاز حذف بھی ہے اس میں پہلے ایجاز کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز کو بہت تھوڑے اور مختصر ترین الفاظ میں اس طرح بیان کر دیا جائے کہ پڑھنے والا جتنا غور کرتا جائے اس کے نئے نئے مفہوم اس کے سامنے آتے جائیں۔ بلغاء کے نزدیک کم الفاظ کے ساتھ بہت سارے معانی اور مقاصد جمع کر دینا ایجاز ہے۔

ایجاز حذف اسالیب میں بہت دقیق اور اور کثیر حکمت رکھتا ہے یہ بلاغت سے معمور اور مہارت کے لحاظ سے بہت وسیع ہے، معنی کے لحاظ سے اتنا سخی ہے کہ اس کو بلاغت کا نصف کہا گیا ہے بلکہ بعض نے اس کو کل بلاغت کہا ہے۔ اِن تمام خصائص کو اپنے دامن میں رکھتے ہوئے ایجاز حذف بعض اوقات اشکال کا سبب بھی بنتا ہے اس کے سبب معنی مرادی کی تفہیم میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے مفسّرین نے اس کو بیان کیا ہے اور اس کے اشکال کو دور کرنے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ حذف کی تفہیم ایجاز پر منحصر ہے اس لئے پہلے ایجاز کی لغوی اصطلاحی تعاریف بیان کی جائیں گی اور اس کے بعد تمام ضروری ابحاث کے ساتھ حذف، اس کے اشکال کی صورتوں اور اس میں مفسّرین کے اختلاف کو بیان کیا جائے گا۔

**ایجاز کی اقسام:**

ایجاز کی دو اقسام ہیں ایک قصر اور دوسری حذف۔ ان دونوں کی تعریف ذکر کرنے سے ان کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔

ابو الحسن رمانی معتزلی نے اس کی اقسام کو ان لفظوں میں بیان کیا:

"الایجاز علی وجہین:حذف ،قصر فالحذف :اسقاط الکلمة للاجتراء عنہا بدلالة غیرہا من الحال او فحوی الکلام والقصر:بنیة الکلام علی تقلیل اللفظ وتکثیر المعنی من غیر حذف"[11]۔

ایجاز کی دو قسمیں ہیں: حذف اور قصر

[11] الاتقان فی علوم القرآن 3:181۔

Al ittqan fi uloomilquran,3:181

**حذف:** کلام میں کسی جزء کو اس طرح سے ساقط کرنا کہ کوئی قرینہ یا کلام کا مفہوم اس ساقط کلمہ کے معنی پر دلالت کر رہا ہو۔

**قصر:** کلام میں الفاظ قلیل ہوں اور معنی اور مفہوم کثیر ہو اور کلام کے اندر کوئی حذف نہ پایا جائے۔

**ایجاز حذف:**

ایجاز کی ایک قسم حذف ہے ،اسلوبِ حذف عربی زبان کے خصائص میں سے ہے تینوں میادین علم نحو ،بلاغت اور علوم القرآن میں اس کا ذکر خاص طور پر ملتا ہے اب اس کی لغوی تعریف کی جاتی ہے۔

**اصطلاحی تفہیم:**

ایجاز کی اقسام کی تعریف میں اس کی اصطلاحی تعریف ضمناً گزر چکی کی کہ کلام میں کسی جزء کو اس طرح سے ساقط کرنا کہ کوئی قرینہ یا کلام کا مفہوم اس ساقط کلمہ کے معنی پر دلالت کر رہا ہو ، آئمہ میں سے بعض نے اس کی سرسری تعریف کی اور بعض نے تفصیل سے اس کو بیان کیا جس کی وضاحت پیشِ خدمت ہے۔

ابوالحسن رمانیؒ نے حذف کو خاص طور پر باب ایجاز میں ذکر کر کرکے صرف اس کا معنی بیان کیا جس کی صراحت ایجاز کی تعریف میں گزری۔

علامہ خفاجیؒ نے ایجاز کی تعریف بیان کرکے اس کی قسم حذف کی تعریف کئے بغیر ایجاز کا قصد حذفِ مضاف کی صورت میں بیان کرتے ہوئے اس کی قرآن سے امثلہ بیان کیں[12]۔

امام جرجانیؒ نے اس کا مفہوم اس طرح واضح کیا کہ یہ اسلوب ہے جس کو عرب اپنی اغراض کو تعبیر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور حذف کو مسلک سے تعبیر فرمایا اور کہا:

"هو باب دقيق المسلك، لطيف المأخذ، عجيب الأمر، شبيه بالسحر فإنك ترى به ترك الذكر، أفصح من الذكر"[13] ۔

وہ ایسا باب ہے جس کا راستہ دقیق ،مأخذ لطیف معاملہ عجیب جادو کے مشابہ ہے بیشک اس کے ذریعے تو دیکھتا ہے کہ ذکر کرنے سے حذف کرنا زیادہ فصیح ہے۔

---

[12] سرّ الفصاحة،ص:210

Sirrul fsaha,p:210

[13] جرجانی ، عبد القاہر بن عبد الرحمن ، دلائل الاعجاز فی علم المعانی، تحقیق :محمود محمد شاکر ، مطبعةالمدنی ،قاہرۃ 1413ھ ، ص:146

Jurjani,Abdulqahir bin abdurhman,Dlielul ijaz fi ilmul maani matba almadni,Qahirah,1413AD,p:146

آپ نے اس کی اقسام کی طرف اشارہ نہیں فرمایا، اسی طرح سکاکیؒ نے اس کا واضح مفہوم نہیں بیان کیا صرف ایجاز کی تعریف کی اور قرآن سے مثالیں پیش کرتے وقت اس کا ذکر کی طرف اشارہ کیا[14]

البتہ ابنِ اثیرؒ اس کی واضح تعریف بیان کی اور اس کے مفہوم کو آسان کر کے واضح کیا آپ فرماتے ہیں:

"الإيجاز بالحذف، وهو ما يحذف منه المفرد، والجملة؛ لدلالة فحوى الكلام على المحذوف، ولا يكون إلا فيما زاد معناه على لفظه"[15] ۔

ایجاز حذف یہ ہے کہ مفرد اور جملہ حذف ہو کلام کے محذوف پر دلالت کے مشتمل ہونے کی وجہ سے اور اس میں لفظ پر معنی زائد ہو گا۔

چونکہ ایجاز میں لفظ قلیل اور معانی زائد ہوتے ہیں اس اعتبار سے یہ تعریف گزشتہ تعاریف سے زیادہ واضح ہے کیونکہ اس میں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے، حذف کا مفہوم تو متبادر الی الفہم ہے البتہ معانی کا اضافہ اس تعریف سے ظاہر ہو رہا ہے جو کہ اس کی جامعیت کی طرف راہنمائی کر رہا ہے۔

**حذف اولیٰ ہے:**

شیخ عبد القاہر جرجانی نے کہا کہ جس حالت میں کسی اسم کا حذف کرنا مناسب ہو وہاں حذف ہو گا اور اس کا حذف کرنا اس کے ذکر سے احسن ہے جیسے:

"فإنك ترى به ترك الذكر، أفصح من الذكر"[16]۔

**عربی کلام پر شجاعت:**

ایک اور عربی لغت میں امام کی رائے جس سے واضح ہو گا کہ کلام کے اندر حذف کی اہمیت کتنی ہے اور بلغاء اور اہلِ قرآن اس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

---

[14] سکاکی ،یوسف بن ابی بکر ، ابو یعقوب ،مفتاح العلوم ،تعلیق :نعیم زرزور،دار الکتب العلمیة ، بیروت 1407 ھ 1:278

Sakaki,Yosuf bin abi bakar,Miftah ul uloom,Daruikutab alilmia,Biroot,1407AD,1:278

[15] ابن اثیر،نصر الله بن محمد المثل السائر فی أدب الکاتب والشاعر، تحقیق :محمد محی الدین عبد الحمید ، مکتبه عصریة ، بیروت1420 ھ ،2:74

Ibn e kseer,nasrulah bin Muhamad Almaslulsier fi adbilkatib wal shier,Malktaba asria,Biroot,1420AD,2:74

[16] دلائل الاعجاز، ص:146

Dlielul ijaz,p:146

امام ابنِ جنیؒ نے اپنی کتاب میں باب نمبر97 میں حذف کو بیان کیا اور اس باب کا نام باب فی شجاعۃ العربیۃ رکھا۔یعنی جس سے عربی کلام پر شجاعت ہوتی ہے اور اس میں سب سے پہلے حذف کو بیان کیا[17]،اسی رائے کو امام سیوطیؒ نے الاتقان میں بیان کیا[18]۔

**حذف واختلاف المفسّرین:**

عربی زبان کے اسلوب میں سے کلام میں حذف کا ہونا ہے اور یہ کلام کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے نیز اس سے عربی کلام کی دوسری زبانوں پر شجاعت ظاہر ہوتی ہے لیکن حذف کی وجہ سے کلام میں پیچیدگی بھی ہوتی ہے جس کے سبب کلام کی تفہیم میں دشواری پیدا ہوتی ہے اور اس بناء پر اشکال پیدا ہو جاتا ہے جس سے معنی مرادی کی تعیین میں دشواری پیش آتی ہے۔اب حذف کی وجہ سے جو معنوی اشکال پیدا ہوتا ہے اور اس سبب سے مفسّرین کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا اس کی امثلہ ذکر کی جاتی ہیں۔

مثال اول: مسافر اور مریض کے لئے روزہ کا افطار کرنا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾[19]۔

"جو مریض یا مسافر ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی کر کے روزے رکھ لے۔"

اس آیت میں او علی سفر کے بعد محذوف ہے جس کی وجہ سے اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین کا اختلاف ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

**1. یہاں آیت میں فافطر محذوف ہے:**

یہ مذہب جمہور صحابہ، مفسّرین اور فقہاء[20] کا ہے کہ کہ اس آیت میں محذوف ہے اور اس کی عبارت اس طرح ہو گی:

"ومن كان مريضا او على سفر فافطر فعدةمن ايام اخر"۔

---

[17] ابنِ جنی ، ابوالفتح عثمان ،کتاب الخصائص،تحقیق:محمدعلی نجار،مکتبہ علمیہ ،بیروت ،2:360

Ibnul jinni,Abufataha,Usman,kitabul khsies,Maktba ilmia,Biroot,2:360

[18] الاتقان فی علوم القران،193 :3

Alittqa ,3:193

[19] سورۃ البقرہ،:184

Soorah albqrah:184

[20] ماوردی ،علی بن محمد بن محمد بن حبیب،النکت العیون ،دار الکتب العلمیہ،بیروت،لبنان س ن،1:238 ۔

Mawardi,Al i bin muhamad,Alnukt alayoon,Darulkutab alilmia ,Lubnan,1:238

یعنی جو مریض یا مسافر ہو پس وہ افطار کرلے اور اُتنے دنوں کی قضا دے دے۔

یعنی اگر وہ روزہ رکھ لیں گے تو ادا ہو جائے گا بعد میں اُن کو قضا نہیں دینی پڑے گی۔

**2. آیت اپنے ظاہر پر ہے اس میں محذوف نہیں ہے:**

پس جو مریض یا مسافر ہو اس پر دوسرے ایام کے روزے ضروری ہیں اگرچہ روزے رکھے یعنی جب نص آگئی کہ جو مریض یا مسافر ہوں تو وہ ماہِ رمضان کے بعد بطورِ قضا ضرور روزے رکھیں گے اگرچہ انہوں نے ماہِ رمضان میں روزے رکھے ہوں۔

یہ مذہب حضرت عمر بن خطابؓ، ابو ہریرہ، ابنِ عباس، عروہ بن زبیر، آئمہ اہلِ بیت کا ہے اور اسی کو فرقہ ظاہریہ اور شیعہ میں سے امامیہ نے اختیار کیا[21]۔

مفسرین میں سے امام ابنِ حیانؒ نے اسی مذہب کو اختیار کیا جو کہ آپ کی تفسیر سے ظاہر ہو رہا ہے اور آپ نے اس کی صراحت ان الفاظ کے ساتھ کی امام ابو حیانؒ فرماتے ہیں

"واتفقت الصحابة ومن بعدهم من التابعين وفقهاء الأمصار على جواز الصوم للمسافر، وأنه لا قضاء عليه إذا صام، لأنهم، كما ذكرنا، قدروا حذفا في الآية والأصل: أن لا حذف --- محذوفا، وتقديره: فأفطر"[22]۔

امام ابنِ حیانؒ لکھتے ہیں کہ صحابہ و تابعین اور عصرِ حاضر کے فقہاء مسافر کے لئے روزے کے جواز پر متفق ہیں کہ اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو اس پر قضا نہیں ہے اور انہوں نے محذوف مقدر مانا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہاں حذف نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک فـــا فـطـر محذوف ہے۔

شیعہ مفسّرین میں سے طبرسی نے یہ مذہب اختیار کیا اُنہوں نے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"وفيه دلالة على ان المسافر والمريض يجب عليهما الافطار لانه سبحانه تعالى اوجب القضاء بنفس السفر والمرض ،ومن قدر فى الاية فافطر فقد خالف الظاهر"[23]۔

---

[21] آلوسی ،شہاب الدین محمود بن عبد الله ،روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ،تحقیق :علی عبد الباری عطیة ،دار الكتب العلمية ،بیروت1415ھ455 :1۔ طبرسی ،فضل بن حسین مجمع البیان فی تفسیر القرآن ،دارالعلوم ،بیروت1426ھ ،2:9

Tbrsi,Fazal bin husan ,Majmaulbian fi tafseerul quran ,Barul uloom,Biroot,1426AD,2:9

[22] ابو حیان اندلسی ، محمد بن یوسف ، البحر المحیط فی التفسیر ، دارالکتب العلمیه، بیروت 1420ھ ،186:2

Abu hayyan andlsi,Muhamad binYosuf,Albaharul muheet,darul kutab Alilmia,biroot,1420AD,2:186

[23] مجمع البیان فی تفسیر القرآن،2:9

Majmaulbian fi tafseerul quran,2:9

طبرسی کہتے ہیں کہ اس میں اس پر دلالت ہے کہ مسافر اور مریض پر روزہ چھوڑنا واجب ہے کیوں کہ اللہ نے اس پر نفسِ سفر اور مرض کی وجہ سے قضا کو واجب کیا اور جو آیت میں محذوف ہے وہ ظاہر کے خلاف ہے۔

اس کے بعد اسی صفحہ پر طبرسی اپنے موقف کی تائید میں فرماتے ہیں کہ یہی مذہب جماعتِ صحابہ و اہلِ بیت کا ہے، اُنہوں نے ان الفاظ میں یہ بیان کیا:

"قد ذہب الی وجوب الافطار فی السفر جماعة من الصحابة کعمر بن الخطاب و ابنِ عباس و ابنِ عمر و عبد الرحمٰن بن عوف و ابی ہریرة و وعروة بن زبیر وہو المروی عن آئمتنا "۔[24]

تحقیق صحابہ کی جماعت جیسے عمر بن خطاب، ابنِ عباس، ابن عمر، عبد الرحمن بن عوف، ابوہریرہ، عروہ بن زبیر اور یہی ہمارے آئمہ سے مروی ہے کہ سفر میں مسافر کے لئے روزہ افطار کرنا واجب ہے۔

مفسّرین سے امام ثعلبی، امام بغوی، امام ابنِ جوزی، امام قرطبی، اور امام نسفی نے حذف کا قول کیا اور وضاحت کی کہ یہاں محذوف ہے۔

**مثال ثانی:** دورانِ عدت عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا معاہدہ

قرآن کریم میں ہے:

﴿فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾[25]۔

"یتیم عورتوں کے متعلق کہ تم اُن کا جو حق مقرر ہے نہیں دیتے ہو اور ان کے ساتھ نکاح کی خواہش رکھتے ہو۔"

اس جگہ اللہ جل جلالہ کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ عرب کے لوگوں میں جو قبیح عادت تھی اس کو بیان کیا جارہا ہے کوئی یتیم لڑکی جو اپنے ولی کے ہاں زیرِ پرورش ہوتی، اس کا ولی اگر اس کے مال اور جمال میں رغبت پاتا یعنی اگر یتیم بچی خوبصورت اور مال و دولت والی ہوتی تو اس کے ساتھ تھوڑے مال کے عوض نکاح کرلیتا یعنی حق مہر کی تعیین میں انصاف سے کام نہ لیتا اسی طرح وہ لڑکی حسن اور مال میں کم ہوتی تو اس کو چھوڑ دیا جاتا۔ یہاں عبارت کے محذوف ہونے کی وجہ سے مفسّرین کا اختلاف ہوگیا جس کے نتیجے میں دو مواقیف سامنے آئے۔

1. **یتیمہ کے ساتھ نکاح کی رغبت ہونا:**

ان کے نزدیک یہاں حرف جار فـی محذوف ہے عبارت اس طرح ہوگی تـر غبـو ن فـی

---

[24] ایضاً، 2:9

Abit:2:9

[25] سورة النساء :127

Soortul nisa:127

نکاحہن اس تقدیر پر معنی یہ ہو گا کہ تم یتیمہ کے ساتھ نکاح کی رغبت رکھتے ہو یہ مذہب حضرتِ عائشہ، ابو عبیدہ، اور ایک بڑی جماعت کا ہے [26]۔

2. **یتیم لڑکی کے ساتھ نکاح کی رغبت نہ ہونا:** اس نظریہ کے مطابق یہاں حرف جار عن محذوف ہے اس صورت میں عبارت اس طرح ہوگی ترغبون عن نکاحہن اس تقدیر پر معنی یہ ہو گا کہ تم یتیم لڑکی کے ساتھ نکاح کی رغبت اُن کی بدصورتی کی وجہ سے نہیں رکھتے لیکن اُن کے مال و دولت کی بناء پر اپنے پاس روکے رکھتے ہو اور کسی اور جگہ اس کا نکاح نہیں کرنے دیتے یہ مذہب حضرت حسنؒ اور ایک جماعت کا ہے۔ [27]

صاحب" اللباب فی علوم الکتاب" نے یہ بات کی کہ اس جگہ اختلاف مشہور ہے اور وہ اختلاف حرفِ جر کو حذف کرنے کی تقدیر پر ہے اس کے بعد انہوں نے اختلاف کو بیان کیا اور ابو عبیدہ کے قول کو نقل کیا کہ یہ آیت رغبت اور نفرت دونوں پر محمول ہے اگر اس کو رغبت پر محمول کریں تو معنی یہ ہو گا ترغبون فی ان تنکحوہن یعنی تم نکاح کی رغبت رکھتے ہو اور اگر نفرت پر محمول کریں تو معنی یہ ہو گا ترغبون عن ان تنکحوہن یعنی تم نکاح کی رغبت نہیں رکھتے [28]۔

مفسّرین میں سے امام طبری، امام ثعلبی، امام ماوردی، امام قرطبی، امام نسفی، امام خازن، امام شوکانی، اور امام آلوسی نے اس آیت کے تحت حرف جار کے حذف کا قول کیا۔

**ایجاز حذف کی شانِ عظیم:**

کلام میں حذف بہت مقام رکھتا ہے اور اس سبب سے مفسّرین اور بلاغین نے حذف کو بہت اہمیت دی ہے امام ابنِ عاشور نے اپنی تفسیر میں حذف کی وجہ سے اختلاف بیان کیا کہ یہاں فی یا عن محذوف ہے

---

[26] زاد المسیر فی علم التفسیر ،1:480۔البحر المحیط فی التفسیر ، 84 :4 ۔

Zadulmaseer:1:480,Albaharul muheet:4:84

[27] معالم التنزیل فی تفسیر القرآن ، 1::701

Mualimultanzeel,1:701

[28] سراج الدین ،عمربن علی ،اللباب فی علوم الکتاب ،دارالکتب العلمیة ،بیروت ،1419ھ48 :7

Sirajuldin,umar bin ali,allubab,Darulkutab alilmia,Biroot,1419AD,7:48

اس آیت کے تحت مطالعہ کرتے ہوئے جب یہ مقام نظر سے گذرا تو دل بہت محظوظ ہوا۔ آپؒ لکھتے ہیں کہ اس جگہ حرفِ جر محذوف ہے اور اس کا فائدہ کیا ہے؟ پھر خود فائدہ بتایا:

"ولحذف حرف الجر بعد ترغبون- هنا- موقع عظيم من الإيجاز وإكثار المعنى" [29]۔

اور ترغبون کے بعد اس جگہ حرف جر حذف کرنے کے سبب یہ ایجاز کی عظیم جگہ ہے اور اس سے معنی میں کثرت پیدا ہو رہی ہے۔

واضح ہوا کہ اس جگہ حذف کی وجہ سے معنی میں کثرت ہے اگر یہاں فی محذوف مانیں تو اس کا معنی اور ہے اور اگر عن محذوف مانیں تو اسی کا معنی اس کے نفی میں ہے اور اس جگہ معنی میں کثرت صرف محذوف کی وجہ سے واقع ہو رہی ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ کلام میں حذف کی وجہ سے معنی میں پوشیدگی کے سبب مفسّرین کا اختلاف ہوا جس کی وجہ سے ہر ایک نے اپنی رائے کے مطابق ایک معنی متعین کر لیا اور قرینہ خارجیہ کے مطابق جس پر محمول ہو تا تھا اُنہوں نے کر دیا اور دعوی ثابت ہو گیا کہ قرآن کے معانی میں اخفا ہے اور مفسّرین نے اس کو بیان کیا ہے۔

**حاصلِ کلام:**

قرآن کریم ہدایتِ انسانی کا ذریعہ ہے اس کا اطلاق اس کے الفاظ اور معانی دونوں پر ہو تا ہے قرآن کریم میں عربیت، فصاحت اور زبان و بیان کے کمالات و بلندی کے باعث معانی میں پوشیدگی اور بُعد کا پایا جانا ہے۔ اسی کو علما نے اخفاء کا نام دیا، اخفاء کے علما نے بہت سارے اسباب بیان کئے ان اسباب میں سے ایک سبب حذف ہے قرآن میں اس کا پایا جانا بدیہی امر ہے بعض اوقات اس کے سبب اختلاف پیدا ہوا اور ہر مفسّر نے اپنی علمی استعداد کے مطابق اس لفظ سے شارع کی مراد کی تعیین میں کوشش کی اور جب قرائن سے اس لفظ کی مراد اور تعیین تک رسائی نہ ہوئی تو جس جس معنی پر محمول ہو سکتا تھا کر دیا۔ مذکورہ بالا بحث میں اس کو ثابت کیا گیا کہ معانئ قرآن میں اخفاء موجود ہے اور امثلہ کے ذریعے نقطہ نظر کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور امثلہ کے ذریعے نقطہ نظر کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

[29] ابن عاشور ،محمد طاہر بن محمد ،التحرير والتنوير ،الدار التونسية للنشر ،تيونس1984 ء ،5:213

Ibne ashoor,muhamad bin tahir,altahreer,Aldarul tonsia,Tiunas,1984AD,5:213